سو لفظی کہانیاں

سو لفظی کہانی

مرتب

نورین خان

سو لفظی کہانی مقابلہ

زیر نگرانی

ملک ہارون چودھری

مرتب اور ترتیب

نورین خان

سو لفظی کہانی مقابلہ

فن اور فنکار

1	بنت حوا۔	ظل ہما
2	کہانی۔	محمد نوید
3	چڑیا گھر۔	شاھد انصاری
4	فیصلہ۔	نور العین
5	امید۔	عالیہ عثمان
6	خدمت۔	کاشان صادق
7	حفاظت۔	سحر گل
8	پس پردہ۔	روبینہ اصغر
9	محبت۔	کومل یاسین
10	پر اسرار درخت۔	محمد خالد
11	زندگی۔	ہانیہ مرزا
12	خوشی۔	عبید فاروقی

سو لفظی کہانی مقابلہ

فن اور فنکار

سو لفظی کہانی مقابلہ

فن اور فنکار

سو لفظی کہانی مقابلہ

فن اور فنکار

سو لفظی کہانی مقابلہ

فن اور فنکار

سو لفظی کہانی

(موجودہ ملکی حالات کے تناظر میں لکھی گئی تحریر جسے میں "سو لفظی کہانی" کے مقابلے میں آپ احباب کی نظر کر رہا ہوں)

از قلم محمد نوید

ایک شخص کسی جرم میں جنگلی قبیلے میں پھنس گیا۔

قبیلے کے سردار نے اس شخص کو دو آپشن دیئے۔

1 : شانگا لولو

2 : سزائے موت

اس شخص نے پوچھا کہ شانگا لولو کیا ہے ؟

سردار نے بتایا کہ شانگا لولو یہ ہے کہ آپ کو بے لباس کر کے قبیلے کا ہر شخص سو چھتر مارے گا۔

اس کو یہ بے عزتی محسوس ہوئی ، اس نے کہا ،

مجھے سزائے موت دے دو۔

سردار نے حکم دیا : اس کو موت بذریعہ شانگا لولو دی جائے۔

عوام کو صرف شانگا لولو کیا تھا نگران حکومت بذریعہ شانگا لولو سزائے موت بھی دے رہی ہے ..

"جس جس کو پسند آئے وہ لائک ضرور کریں شکریہ.

سو لفظی کہانی مقابلہ

بنت حوا

مصنفہ ظل ھماء لاہور

فائیوسٹار ہوٹل کے نسبتاً نیم تاریک اور پر سکون گوشے میں ابن آدم بنت حوا کو اپنی محبت کا یقین دلا رہا تھا "میں تمھیں دنیا میں سب سے زیادہ پیار کرتا ھوں،" یونیفارم میں ملبوس ھمہ تن گوش بنت حوا کو ایک دم ھی اپنے باپ کے الفاظ یاد آئے "میری کل کائنات تمھارے دم سے ہے" اس نے کالج بیگ اٹھایا اور ابن ادم کو ہمیشہ کے لیے خدا حافظ کہتی نکل ائی۔ گھر جا کر اپنے جان چھڑکنے والے باپ کی محبتوں کا خراج بھی تو ادا کرنا تھا۔ صد شکر کہ اسے بروقت عقل آ گئی تھی۔

عنوان : چڑیا گھر

شاہد انصاری

وہ ایک خوبصورت اور پر سکوں جنگل تھا۔ جہاں سارے جانور آپس میں مل جل کر ہنسی خوشی زندگی بسر کر رہے تھے۔ وہاں ہم انسان بھی مضبوط حصار کے اندر مقیم تھے۔ جانوروں کے بچوں سے تو ہماری بہت اچھی دوستی بھی تھی۔ وہ ہمارے لئے مزے مزے کے پھل بھی لایا کرتے تھے۔ ایک دن ایک بندر کے بچے نے مجھے سلاخوں میں ہاتھ ڈال کر خوبانیاں دینے کی کوشش کی تو اس کے والد بندر نے چیخ کر کہا "ہاتھ جنگلے کے اندر مت ڈالو۔ بظاہر شریف نظر آنے والا انسان موقع ملتے ہی اپنے جیسے ہم نفسوں کو بھی چیر پھاڑ کے رکھ دیتا ہے"۔

عنوان : فیصلہ

نورالعین ۔ اسلام آباد

میں اچانک ٹھٹھک کے رک گیا ۔ بہت سے نورانی چہروں کو ایک جگہ مجتمع دیکھ کر مجھے احساس ہوا کہ شائد کوئی روحانی اجتماع ہو رہا ہے ۔ لیکن تھوڑی دیر انتظار کے بعد پتا چلا کہ کوئی پنچائیت ہے. جس میں گوٹھ کے سارے معززین شامل تھے ۔ " ہماری شان ہماری زندگی سے بڑھ کر ہے" ۔ لوگوں کی نگاہوں کے مرکز عمر رسیدہ بزرگ کے لب ہلے ۔

اچانک جیسے ساری کائنات میں بھونچال آگیا اور بس ایک جملہ باقی رہ گیا ۔

" اس لئے کسی کو قبیلے کی روایات پامال کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی ۔ لہٰذا کاری کا حکم دیا جاتا ہے"

عنوان : امید

عالیہ عثمان

ندا کا آج انٹرویو تھا، تیار ہو کر گھر سے نکلی تو دھوپ اور گرم ہواؤں کے تھپیڑوں نے اس کا استقبال کیا مگر غربت کے حبس زدہ ماحول اور بھوک وافلاس کے خوف سے اس کے قدم بس اسٹاپ کی طرف گامزن تھے وہ کامیابی کی دعائیں کرتی بس سے اتر کر تیزی سے مطلوبہ جگہ پہنچنے کی تگ ودو میں مصروف تھی ۔ اس نے مایوسی سے کنی کترا کر، مسکراہٹ کا سہارا لیا اور انٹرویو دینے والوں کی لائن میں شامل ہوگئ ۔ اسے پوری امید تھی کہ اس کے ضعیف والد کی دعائیں اس کا مقدر جگائیں گی اور اس کے گھر بھی بہاریں اتر کر اسے سیراب کریں گی کیونکہ امید پہ دنیا قائم ہے ۔ ۔

سو لفظی کہانی

خدمت

از کاشان صادق

"ہم اس ملک میں کرپشن اور سفارشی کلچر ختم کردیں گے ۔ اب یہاں عام آدمی کو روزگار ملے گا۔ ہم پورے ملک میں سڑکوں کے جال بچھادیں گے ۔ آپ کی خدمت ہمارا نصب العین ہے ۔" چوہدری صاحب کی تقریر سن کر عوام پُرجوش ہو گئے ۔

"ہاں بھئی الیاس ! تقریر کیسی رہی ؟"

چوہدری صاحب ! آپ کی تقریر سن کر ہم بھی پرجوش ہو گئے ۔

"ہاں ! یاد آیا، ہمارے کام کا کیا ہوا۔"

چوہدری صاحب ! آپ کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار ہیں، گاڑی امپورٹ ہو گئی ہے، ایک دو دن میں پیش کر دیں گے ۔

حفاظت

سحر گل

عمران اور عائشہ گاؤں کے سکول میں ایک ہی جماعت میں پڑھتے تھے ۔ اور وہ ایک دوسرے کو پسند بھی کرتے تھے ۔ پھر دونوں کا سکول ختم ہوگیا۔ عمران تعلیم حاصل کرنے کے لیے شہر چلا گیا اور عائشہ گاؤں میں وہی سادی سی زندگی گزارنے لگی ۔ کچھ سالوں بعد عمران جب واپس لوٹا تو اسی کی شخصیت کے ساتھ ساتھ اس کی سوچ بھی بلکل بدل چکی تھی ۔ وہ شہری بن چکا تھا۔ ایک دن اس نے عائشہ کو ملنے کے لیے بلایا۔ عائشہ اس کی محبت میں آ تو گئ لیکن اسی طرح جس طرح اس کے باپ نے اسے سکھایا تھا۔ سر سے پاؤں تک خود کو چھپا کر۔ برقع اور نقاب میں ۔ عمران نے اس پر عائشہ کا بڑا مذاق اڑایا اور اسے بدلنے کا کہا۔

عائشہ چپ رہی اور ایک خط چھوڑ گئ ۔

عمران نے تھوڑی دیر بعد اس کو کھول کر پڑھا تو اس میں یہ لکھا تھا

جو شخص میرے پردے کی حفاظت نہیں کر سکتا وہ میری کیا کرے گا۔ تمہیں تمہاری جیسی لڑکیاں مبارک اور مجھے میرے باپ کی دی تربیت

خدا حافظ

تاریخ : 20-09-2023

موضوع : پسِ پردہ

مقابلہ : سو لفظی کہانی

کہانی نگار : روبینہ اصغر جڑانوالہ

فراز ہمیشہ سے جھوٹ اور بے ایمانی

جیسی برائیوں کے سخت خلاف تھا۔ آج بڑے زور و شور سے چوری ، جھوٹ ، فریب ،

دھوکہ دہی ، بے ایمانی اور ملاوٹ کرنے والوں کو کوس رہا تھا۔

رمضان کا مہینہ شروع تھا۔

دونوں میاں بیوی میں بحث چل رہی تھی کہ اس بابرکت مہینے میں شیطان کو جکڑ لیا جائے

گا۔ لہذا

کوئی دھوکہ ، فریب اور بے ایمانی نہیں کر سکے گا۔

شام کو اطلاع ملی کہ اس کے شوہر کو دھوکہ دہی اور ملاوٹ کے جرم میں گرفتار کر لیا گیا

ہے۔

وہ ساری صورتحال سمجھ گئی کہ

"دوسروں کو نصیحت اور خود میاں فضیحت"۔

کومل یسین کوئٹہ

محبت کیا ہے سارہ ؟

سارہ نے کہیں پس منظر میں جھانکتے ہوئے آنکھیں موندے کہا !!
محبت ہستی کی مستی کا رقص ہے ! محبت روح کا دھمال ہے مل گئی تو جنت
کا نظارہ نہ ملی تو جہنم کی وعید ! مل جائے تو آنکھ کا نور نہ ملے تو آنکھ میں
ٹھہرا آنسو ! مل جائے تو ست رنگی چنری نہ ملے تو کفن کی مانند وحشت زدہ
لباس ! مل جائے تو ذات کی تکمیل نہ ملے تو ذات کا ریزہ ریزہ ہوتا عکس !
مل جائے تو رونق زیست نہ ملے تو۔۔۔۔۔۔۔ آواز بھیگ گئی اور چہرہ
کسی دشت کی طرح ویران ہوگیا۔۔۔۔۔۔

محمد خالد

ایک عجیب و غریب گاؤں کے درمیان ایک پراسرار درخت کھڑا تھا۔ لیجنڈ نے کہا، اگر کوئی اس کی چھال پر ہاتھ سے لکھا ہوا نوٹ رکھے تو اس کی خواہش پوری ہو جائے گی۔ سالوں کے دوران، لاتعداد لوگوں نے اس کے جادو کی تلاش کی۔ ایما، ایک نوجوان لڑکی، نے اپنے بیمار بھائی کی صحت یابی کے لیے اپنی خواہش لکھی۔ دن گزرتے گئے، اور ایک قابل ذکر بحالی نے سائنس کی مخالفت کی۔

درخت کی طاقت کی بات پھیل گئی، پھر بھی ایما نے اسے راز میں رکھا۔ درخت امید اور مہربانی کی علامت بن گیا۔ شکوک و شبہات سے بھری دنیا میں، درخت کے جادو پر ایما کے یقین نے ایمان کو بحال کیا، یہ ثابت کیا کہ بعض اوقات، سادہ ترین کہانیاں ہم سب کے اندر جادو کے بارے میں سب سے گہری سچائیاں رکھتی ہیں۔

ہانیہ مرزا

زندگی کے رنج اٹھائے ہادیہ سڑک کہ کنارے پر سے گزر رہی تھی ۔ یادوں کا انبار اسے ساتا رہاتھا ۔ لیکن بیچاری آنسوؤں سے ڈوبی آنکھیں لے کر ایک درخت کے نیچے جا کر بیٹھی ۔
اس کے پاس سے ایک عورت گزری عورت نے جب اسے دیکھا تو پاس کر بیٹھ گئی اور
اس سے بنا کچھ پوچھے اسے سمجھانے لگی کہ دیکھو بہن !
میں نہیں جانتی کہ تم کیوں پریشان ہو؟ لیکن بس اتنا کہوں گی کہ یہ جو زندگی ہے ناں ! یہ اسی
کے ساتھ ہے جو اس کے دیے ہوئے غم
اسے ٹھوکر مار کے آگے نکل جاتا ہے ۔ یہ سنتے ہی رنجیدہ عورت کے دل میں ایک ڈھارس سی بندھی ۔ رنجیدہ عورت نے اسے کہا کہ آؤ سیلفی لیتے ہیں یوں سیلفی لیتے ہی سب دکھ رفع ہو گئے اور خوشیاں سیلفی میں قید ہو گئیں اور دونوں اپنی اپنی منزل کی جانب روانہ ہو گئی ۔

عبید فاروقی

ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نماز عید پڑھانے جا رہے تھے تو راستے میں کیا دیکھتے ہیں چھوٹے بچے ہیں وہ کھیل رہے ہیں ایک بچہ ایک کنارے میں کھڑا ہے اور رو رہا ہے تو میرے نبی علیہ السلام نے فرمایا اے بچہ تم کیوں رو رہے ہو تو وہ کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم عید کی خوشی تو ان کو ہوتی ہے جن کے ماں باپ زندہ ہو تو میرے نبی علیہ الصلوۃ والسلام اس بچے کو اپنے کندھے پر بٹھایا سیدھا گھر لے گئے تو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم اس بچے کی تیاری بھی کرائی اس کو نئے کپڑے بھی پہنائے اور جوتی وغیرہ بھی لی تو میرے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا بچہ اب تم خوش ہو جاؤ تو وہ کہنے لگا ٹھیک ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم مجھے جوتی تو مل گئی نئے کپڑے تو میری مل گئے لیکن میرے ماں باپ تو نہیں ملے نا تو میرے نبی نے فرمایا اج کے بعد میں محمد اپ کا باپ ہوں اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا اپ کی اماں ہے اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالی عنہا اپ کی بہن ہے تو پھر وہ بچہ خوش ہو گیا تو میرے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے پھر جا کر نماز عید پڑھی

سو لفظی کہانی

(خوابِ وحشت)

از قلم رامین

دوپہر کا وقت تھا مگر رات کی تاریکی چھائی تھی کالے بادل آسمان پر امڈ آئے تھے ہوائیں تیز آندھیوں اور سخت طوفانوں کا روپ دھار چکی تھیں سورج اپنی سمت تبدیل کر چکا تھا اور مسلسل زمین کی قربت کا سفر طے کرتے ہوئے سوا نیزے پہ آن پہنچا مگر تاریکی ختم نا ہوئی ایک طرف مردوں کے زندہ ہونے اور دوسری طرف کانوں کو چیرنے والی ایک آواز گونجنے لگی نفسا نفسی کا عالم دیکھا گیا اس وحشت زدہ منظر میں میری تڑپتی روح بھی پرواز کرنے چلی تھی کہ ایک زوردار چیخ نے مجھے بیدار کر دیا

سو لفظی کہانی .

. . . .

* فاطمہ *

یقین کا سفر

میرب کی والدہ کتابوں کے ڈھیر کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئیں اور ساتھ ہی چھوٹے میاں کو کتابیں ردی میں دے آنے کا حکم سنا دیا۔۔۔

امی !!

آپ مجھے آگے پڑھنے کیوں نہیں دیں گی ؟

میں تو بھیا کی طرح باغی نہیں۔۔۔۔

تو پھر ان کے جرم کی سزا مجھے کیونکر مل رہی ہے ؟

کیا میرے خواب صرف میرے ہی تھے ؟۔۔۔۔

نہیں امی یہ ہمارے خواب ہیں اور ہم مل کے ہی ان کو پورا کریں گے۔۔۔

میرب کی امی نے اپنی بھیگی پلکیں اٹھا کے چھوٹے میاں کو لرزتی آواز سے واپس بلالیا۔۔۔۔

اور میرب کو گلے لگا لیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

عنوان : بیٹی

صنف : کہانی

ماہ پارہ (چارسدہ)

وہ کھونے میں چپ چاپ ایک سوالیہ نشان بن کے کھڑی تھی۔ اس کے آنکھیں آنسوؤں سے تر تھی۔ بابا ریان کو شاباشی دے رہا تھا۔ اس کو انعام و کرام سے نواز رہا تھا۔ حالانکہ اول پوزیشن اس نے بھی لی تھی۔ لیکن اسے سراہا نہیں جا رہا تھا۔ وہ خوش تو تھی لیکن آج وہ اندر سے ٹوٹی تھی، سوچ رہی تھی آخر بیٹوں کو کیوں بیٹیوں پر ترجیح دی جاتی ہے؟ ہمیں تو اللہ نے رحمت فرمایا ہے۔ حضور کو بھی تو بیٹیاں بہت پیاری تھی پھر یہ زمانہ بیٹیوں کی کیوں قدر نہیں کرتا؟ وہ غمگین تھی۔

عنوان :- یتیمی ۔

سیدہ علیشبہ تنویر ۔

لفظ یتیمی کا مفہوم بیان کرو تو ایسا ہے جیسے ماں باپ
میں سے کسی ایک کے چلے جانے سے زندگی رک جانا ، ریڑھ کی ہڈی کا جیسے ٹوٹ جانا ، سانسوں کا تھم جانا کتاب
زندگی ماں باپ کے بغیر خالی سی رہ جاتی ہے حیات کا آغاز تو ماں باپ سے ہوتا ہے جو کچھ بتائے بنا ہی
چلے جاتے ہیں اولاد کی زندگی اجاڑ کر چھوڑ جاتے ہیں بے سہارا کر جاتے اولاد کو دنیا کے ہاتھوں سونپ جاتے
تمام تر رشتوں کی محبت میں اجنبیت سے محسوس ہوتی ہے مگر ماں باپ کا کندھے پہ رکھا ہاتھ ایک طرف
ہوتا ہے ماں یا باپ دونوں میں سے کوئی ایک ہستی نہ ہو تو اولاد ایسے ہوتی ہے جیسے چڑیا پروں کے بغیر بے بس
لاچار نادان ماں باپ کے بغیر دن جیسے کھوکھلا سا لگتا ہے رات جیسے کھانے کو آتی ہے دنیا کی تمام تر رونقیں
بے رنگ سی نظر آتی ہے ہر سنوری چیز میں ویرانی نظر آتی ہے لیکن ماں باپ کے چلے جانے سے گزرے
وقت کی محبت خلوص کبھی کم نہیں ہوتے اور ماں باپ کیلئے محبت ہمیشہ دلوں میں ہی نہیں جسم کی تمام
تر رگوں میں خون کی طرح بہتی ہے پھر ماں باپ کی بغیر اولاد یتیمی کا طوق گلے میں ڈال کر زندہ لاش
کی طرح جیتی ہے اس کی روح غموں میں لپٹی آفتیں اس کے روح کے گرد محور کرتی ہیں لیکن زندگی
جیسی بھی گزرے ماں باپ کہاں واپس آتے ہیں نہ مل بیٹھتے ہیں نہ شکل دیکھنا نصیب ہوتا ہے دیوار سے لگی
تصویر کو دیکھ کر دل باغ باغ ہو جاتا ہے اور اسی کے سہارے جینا پڑتا ہے

اجالا

سو لفظی کہانی

عائشہ یونس

وہ غمگین اور پھر حزین تھی، لیکن جونہی کتاب کھولی تو لکھا ہوا پایا "غم نہ کر اللہ تیرے ساتھ ہے"

وہ بہت دلبر داشتہ ہو چکی تھی، صبر کا پیمانہ چھلکنے کو تھا کہ اسکے دماغ سے ٹکرایا "بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، اور تنگی میں صبر کرنے والوں کے لیے دوہرا اجر ہے"۔

وہ متزلزل ہوئی اس طور سے کہ منزل سے بھٹک جاتی کہ اسکی آنکھوں کے سامنے جگمگایا "اور راہ مستقیم پر چلنے والے ہی ہدایت پر ہیں"

اس نے قرآن کو سینے سے لگایا اور کہا "تجھ سے بڑھ کر اجالا کہیں نہیں"

*سو لفظی کہانی *

عنوان   ہم سفر

**از قلم : عشرت صدیق غوری ملتان **

سفید دوپٹے کے حالے میں پُر نور چہرہ لیے اشک بار آنکھوں سے وجاہت کا ہاتھ تھامے وارفتگی سے وہ حرم کو تک رہی تھی۔۔۔ایک خواب تھا جو آج پورا ہوا۔۔۔اذیتوں کا صحرا عبور کر کے آج وہ اپنے ہم سفر کے ساتھ اپنے رب کے حضور سر بسجود تھی۔۔۔رب نے اسے نوازا تھا بے تحاشہ دل لرز رہا تھا۔۔۔صدیوں کی ریاضت رنگ لائی تھی آج وجاہت اس کے ہم سفر کے روپ میں اسے سینے سے لگائے کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔۔رب اور اپنے ہم سفر کی محبت کو پا کر اس کے تپتے وجود میں ٹھنڈک سی اتر گئی محبوب جب محرم بن جائے تو زندگی گلزار ہو جاتی ہے..

کہانی : "مہلت"

زہرا

سیم زدہ دیوار, جس کی سفیدی اکھڑ چکی تھی ۔ بوڑھا آدمی دیوار پر نظریں گاڑے ، ابھرتے گھرے

اور دھندلے الفاظ کے معنی سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کبھی سمجھ کر حادثہ بھول جاتا،

کبھی سبق ماضی میں ہنسی اُڑاتے کرداروں سے ملوادیتا۔

وہ منہ پھیر کر خود سے آئندہ محتاط رہنے کا عہد کر کے, عازم سفر ہو جاتا ۔ ایک دن مسافتوں کی تھکن لیے لوٹا اور دیوار سے مخاطب ہو گیا : "مجھے زندگی نے گزار دیا ، سب اسباق سے ایسا اسم اعظم نکالو، جس کے سہارے بقیہ زندگی جی سکوں ۔ زندگی سے اخذ شدہ اسباق سے درد بہہ کر لفظ "محبت " میں ضم ہو گئے ۔

"مجھے زندگی جینے کا راز مل گیا"

سوچتے ہوئے مسکرا رہا تھا

کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی ۔

لپک کر کھولا تو سامنے موت تھی ۔

زہر آشام

سو لفظی کہانی

اسماء طیب

نیلی پاؤں میں پازیب پہنتی ہوئی رُکی۔ زہن کے بالاخانوں میں چار سال پرانا منظر آٹھرا۔

"میرا نام عبدالاحد ہے "

چپ کر بچے تیرا نام نیلی ہے اب سے یہی تیرا گھر ہے۔

اب سے توہمارے ساتھ رہے گی میری بچی !"

نیلی سامنے بیٹھے بے بس بچوں کو دیکھ کر اپنے ماضی میں پہنچ گئ۔

اسکے ہاتھ سے پازیب چھوٹ گئ آنکھوں سے گرتے آنسو رخساروں پے زہر آشام ہوئے۔ تمام چہرے فریاد کرنے لگے تھے۔

ہم وہ بچّے ہیں جو جوانی سے الگ کردیئے گئے۔

سال مرچنٹ

آج اریز، سائرہ کے ابا
سے ملنے والا تھا. سائرہ
کے ابا بیسبال کے مداح
تھے. جہاں تین سٹرایک پر
آپ کو آوٹ قرار دے
دیا جاتا ہے. پہلی ملاقات
پروایواد ینے کی وجہ
سے نہ جا سکا. دوسری
بار امی کو اسپتال لے
جانا پڑا، لیکن آج کی
ملاقات توپکی تھی. اریز
کے گھر اور گاوں والے
شادی پر گئے تھے. اریز
کا فون بجلی نہ ہونے
کی وجہ سے ڈیڈ تھا.
باہر نکلا تو بایک کا
ٹائر پنچر. یہ اس کے
خلاف تیسری سٹرائک تھی آج
سائرہ، شائد اس کی زندگی
سے آوٹ ہو چکی تھی.

نورالعین نوری

تم آجاو میں نکاح کرونگا عزت دوں گا تمہیں۔۔۔۔۔

امیدوں کی جوت آنکھوں میں جگا کر دہلیز پار کرلی گئ

آؤ رومانس کریں

راستہ بھٹکی لڑکی کو بانہوں میں سمیٹتے بیڈ تک لے جایا گیا

ایک ہفتے تک شیطانی کھیل جاری رکھنے کے بعد۔۔۔۔۔

تم ایسی لڑکی ہو جس کے ساتھ کوئی بھی خوش رہ سکتا ہے

مگر مجھے افسوس ہے میں مزید تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا۔۔۔۔۔

روحانی طور پر میں بہت برا محسوس کر رہا ہوں

میں تو سوچتا تھا کہ ہماری مرغی کے چوزے بھی کبھی کسی غلط مرغی سے تعلق نہ بنائیں

ارے یہ کیا کروادیا تم نے۔۔۔۔۔!

کھوٹا سکہ کون

فہد جٹ

"فاطمہ نے تحصیل بھر میں ٹاپ کیا ہے اور ڈاکٹر بننا چاہتی ہے.........!!!"

" اس کیلیے سونے کی بالیاں لانے کا مطلب جانتے ہیں آپ ۔ ۔ ؟

جانتا ہوں ، کہ ہم فاطمہ کی شادی کرنا چاہتے ہیں ، خاندان والے رشتہ پوچھ لیں ۔ ۔ ۔

" کل کلاں چار جماعتیں پڑھ ، "وراثت کا حق" مانگے گی ۔ ۔ ۔

....

اماں یہ کیا سن رہی ہوں ۔ ۔ ۔ ۔

بھائیوں نے بابا کا علاج کروانے انکار کر دیا ہے

" یہ بالیاں لیں ، بیچیں اور علاج کروائیں ، ان کی ہی تو ہیں

"آنکھیں موندے خود کو کوستا باپ..... کاش !! کھوٹے سکے چھوڑ ، اس کھرے

سکے کو بروقت تراشا ہوتا تو آج اتنا بے مول نا ہوتا....

سو لفظی کہانی

عنوان (مہربان)

تحریم ڈوگر

ننھا بچہ اپنی ماں کی گود سے مچل کے دوڑا اور اس نے چیونٹی کو مسل ڈالا .
ماں کی آنکھ میں آنسو امڈ آئے , وہ اپنے ننھے اور نادان بیٹے سے کہنے لگی ,

میری جان یہ تم نے غلط کیا.

ہم کیوں ایسے ہوتے جا رہے ہیں ؟ کہ جو ذرا بڑا ہو جاتا وہ چھوٹے کو مسلنے لگ جاتا , ہمارا رب تو سب سے بڑا ہے لیکن دیکھو تو کتنا مہربان ہے.
وہ ہماری بے شمار خطاؤں کے باوجود ہمیں توبہ کا موقع دیتا ہے. اک آنسو ٹپکا اور وہ آسمان کی طرف نظر اٹھا کے تشکر سے مسکرا دی.

بیٹی

ام یحییٰ

لو مٹھائی کھاؤ میری گھر پری آئی ہے اللّٰہ کی رحمت آئی ہے معاذ خوشی میں ہر آنے جانے والے کو مٹھائی کھلا رہا تھا آج اسکے گھر تیسری بیٹی آئی تھی آج اسکو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یاد آرہا تھا جسکا مفہوم تھا کہ تین بیٹیوں کی پرورش کرنے والا قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا، معاذ نے اپنی بیٹیوں کو بہت پیار سے پالا، اپنی بیٹیوں کو دیکھ کر جینے والا معاذ آج دھکتے سر کو پکڑے بے بسی کی تصویر بنا بیٹھا تھا کیونکہ آج اسکی سب سے چھوٹی اور لاڈلی پری کو کوئی دیوا اٹھا لے گیا تھا

صدقہ

عبدالحفیظ شاہد ۔ واہ کینٹ

وہ شائد طلسمات سے بھری ہوئی جادو نگری تھی جہاں انسان نما پتھر
کے مجسمے ہر گلی میں ایستادہ تھے۔

صبح ہوتے ہی اس نے روز کی طرح پرندوں کے لیئے دانہ پانی ڈالا۔
لیکن اسکی مہلت بھی شائد پوری ہو چکی تھی۔ وہ مجسمے میں تبدیل ہونے
والا شہر کا آخری انسان تھا۔

سارے پرندے آخری مجسمے کے کندھے پر بیٹھے اسے دانہ
کھلانے کی کوشش کررہے تھے۔ اس آخری انسان کے چہرہ پہ شائد
کسی پرندے کا آنسو گرا اور وہ ہوش میں آگیا۔ سارا شہر فسوں کے اثر سے
نکل چکا تھا۔ سب مجسمے انسانوں میں تبدیل ہو چکے تھے۔

ایم نعمان علیؒ

ایک فلسفی سے کسی نے پوچھا

کہ آپ کیسی

عورت سے شادی کرنا پسند کرینگے ۔ ۔

فلسفی نے جواب دیا ۔ ۔

میں نہیں چاہتا کہ وہ اتنی خوبصورت ہو

کہ میرے علاوہ اور لوگ بھی پسند کریں

نہ ہی اتنی بدصورت کہ میں بیزار ہوجاؤں

نہ اتنی لمبی ہو کہ میں ایڑی کے بل ہو کر بات کروں اور نہ ہی اتنی پست قد کہ جھکنا پڑے نہ اتنی

موٹی کے دروازہ گھیر کر رکھے نہ ہی اتنی پتلی کے مجھے وہ محض ایک خیالی جسد لگے

نہ موم کیطرح سفید نہ بھوت کیطرح کالی

نہ اتنی جاہل کہ مجھے

سمجھ ہی نہ سکے اور نہ ہی

اتنا علم ہو کہ مجھ سے بحث ہی کرتی رہے ۔ ۔

خیر سے

مرحوم کنوارے مر گئے

ملک ہارون چودھری

سو لفظی کہانی

پر اعتماد لڑکی

مجھے اونچائی سے ڈر لگتا ہے ' تاہم پشاور کی بجائے کراچی سے دبئی کا سفر کرتا ہوں ' اس بار جب کراچی ائیر پورٹ سے جہاز رن وے پر دوڑا تو حسب عادت میرے اوسان خطا ہو گئے ' میں نے ساتھ بیٹھے شخص سے مدد مانگی' اس نے مجھے لاکھ تسلیاں دیں اور ورد کرنے کو کہا ' مگر میرا ڈر برقرار رہا۔ میرے پیچھے رشین ائیر ہوسٹس کھڑی تھیں ۔ ان میں سے ایک میری حالت دیکھ کر آگے بڑھی ' مجھ سے ڈرنے کی وجہ پوچھی اور مسکراتے ہوئے کہا ڈرو مت اگر جہاز گرا بھی تو میں تمہارے ساتھ جاؤنگی ' پھر جا کر مجھے آرام آیا۔

عنوان : انتظار.... آخر کب تک ؟

از قلم مریم عباس

آج امی ابو سے یونیورسٹی ایڈمیشن کے لیے اجازت لینے کمرے میں داخل ہوئی کچھ دیر انتظار کے بعد وہ نکلی تو انھوں نے کل مجھے تیار رہنے کا کہا اور میں خوشی میں ساری رات سو نہ سکی صبح میں تیار ہو کر جب امی کے کمرے کی طرف بڑھی تو میرے کانوں میں پڑنے والی آواز سے میرے رُخسار بھیگ گئے۔
"اسے بتا دو کہ اس کی آج منگنی کی رسم ہے، اور سمجھا دو کہ ہمارے خاندان کی لڑکیاں زیادہ پڑھائی نہیں جاتی، بیاہی جاتی ہیں " آہ میں پابندی کی زنجیروں میں قید مشرقی لڑکی رہائی کی منتظر !!

زندان

از قلم : صفا خالد فیصل آباد

"بھائی آج تو مزے آ گئے ہم اتنے دنوں بعد ہم فائیو سٹار ہوٹل کا کھانا کھائیں گے۔ دیکھو، بریانی، کوفتے، پیزا اور یہ میرا پسندیدہ تلا ہوا گوشت۔

" اسی وجی سے مجھے یہ ہوٹل بہت پسند ہے گڑیا۔ ایک تو ان کا کھانا بہت مزے دار ہوتا ہے۔ اوپر سے ملتا بھی زیادہ ہے۔ امی کے لیے بھی بچ جاتا ہے۔ کاش یہ ہوٹل کپڑوں اور جوتوں کا بھی کاروبار کرنا شروع کر دے۔

آٹھ سال کا پپو اپنی پانچ سال کی بہن کے ساتھ ہوٹل کے کوڑے دان سے کھانا اکٹھا کرتا بہت خوش دکھائی دے رہا تھا۔

سو لفظی کہانی

عنوان ۔ ذمہ دار کون

از قلم طیبہ نورین

یوسف ایک سکول میں داخل ہوا جس کا اشتہار تھا کہ بچوں کا یونیفارم کتابیں فری ہیں سکول والوں نے کتابیں تو فری دیں لیکن ایک یونیفارم کی قیمت 15000 بتائی یوسف کے گھر والے پریشان ہو گئے کیونکہ وہ یہ دینے سے قاصر تھے انہوں نے تو اب فیس بھی جمع کروادی تھی سکول والوں سے قیمت کم کرنے کے لیے کہا لیکن وہ نہیں مانے ایک ہفتے کی منت سماجت کے بعد بھی جب کچھ نہ ہوا تو مجبوراً یوسف کو سکول چھوڑ کر پڑھائی کو خیر آباد کہنا پڑا

سوال یہ ہے کہ اس کا آخر ذمہ دار کون ہے ؟

تصویر

فاطمہ ساجد

آج بہت خوش تھی کہ اس کا بیٹا آنے والا ہے صبح سے اس کے آنے کی تیاری کر رہی تھی۔ مختلف کھانے کی ڈشز تیار کی جارہی تھی ساتھ میں گھر کی صفائی بھی کروائی جارہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد جب ماں کچن سے واپس آئی تو کسی نے بتایا کہ اس کا بیٹا کمرے میں آدھے گھنٹے سے بیٹھا ہے یہ سننا تھا کہ اس کی دل ٹوٹ سا گیا۔

جب بیٹے سے ملی تو بیٹے نے ماں کے ساتھ تصویر بنوائی اور کہا

میں یہ پوسٹ کروں گا کہ جب میں واپس آیا تو سب سے ملے اپنی ماں سے ملا

جیت

(ابن نیاز)

"سونیا! سنا ہے تم نے نظم کے مقابلے میں اول پوزیشن لی ہے۔ جب کہ تمھیں توشاعری بھی نہیں آتی۔"

"ارے گل! سچ کہتی ہو۔ میں نے کب شاعری کی۔ ایک فیس بک فرینڈ سے لکھوائی، اگرچہ وہ بھی بحر اور وزن میں نہیں تھی۔"

"توپھر کیسے جیتیں؟"

"پھر کیا۔ ہر ایرے غیرے نتھو خیرے دوست کو لنک بھیجا کہ میری نظم کو لائیک کریں۔ بس کچھ نے مروت میں لائیک کی، کچھ نے لڑکی جان کر۔"

"یہ کیا جیت ہوئی بھلا؟"

"پگلی! جب فیصلہ ہی لائیک پر ہو تو اس طرح کرنا پڑتا ہے۔ پھر جیت پکی۔"

سو لفظی کہانی

عنوان : آرام و سکون

سیدہ رابعہ

ڈاکٹر انظر اسفار آپ کا بہت شکریہ ! آپ کی وجہ سے آج میرے گھر میں بھی سکون ہے اور میرے بیٹے کو بھی ذہنی الجھن اور پریشانی سے نجات مل گئی ہے ۔ آپ کی بروقت تشخیص کی بدولت ہی آج ہم میاں بیوی ایک دوسرے کو سمجھنے کے قابل ہوئے ہیں اور ہمیں سمجھ آگیا ہے کہ مسئلہ ہمارے بچے کے ساتھ نہیں بلکہ ہمارے ساتھ تھا جو تمام مسائل کی جڑ تھا ۔ مسٹر معین کے جانے کے بعد انظر سوچ رہا تھا کہ کاش میرے ماں باپ کو بھی کوئی سمجھا دیتا تو مجھے 20 سال اتنی اذیت میں نہ گزارنے پڑتے ۔

عنوان : "ایک غلطی"

عائشہ ذیشان : گوجرانولہ :

اندھیری رات، سنسان سڑک، پسینے سے شرابور، وہ ننگے پاؤں بھاگتی جارہی تھی۔ آج اس کے پاؤں میں لگنے والے زخم بھی تکلیف نہیں دے رہے تھے۔ اس سے مزید بھاگا بھی نہیں جارہا تھا۔ اس کو محبت کے جھانسے میں گھر سے بھگانے والا عاشق اپنے ساتھیوں سمیت شمع نواز کو پکڑ کر حوس کا نشانہ بنانے میں کامیاب ہوگیا۔ اس نے اپنے ماں باپ کی ایک نہ سنی۔ ماں باپ اپنی اولاد کا ہمیشہ بھلا چاہتے ہیں۔ اسکی ایک غلطی نے اسے کہیں کا نہیں چھوڑا تھا۔ اب موت اسکے پاس بہتر آپشن تھا۔

بھوک

ردا بتول

اقصیٰ سر تھامے پریشان سی بیٹھی تھی، کہ گھر میں کچھ بھی نہیں تھا جو وہ بنا سکے۔۔
اقصیٰ کپڑے سلائی کرتی تھی۔۔ جس سے گھر کا گزارا چل رہا تھا لیکن کچھ دن سے
کپڑے بھی نہیں آئے. جس کی وجہ سے وہ راشن نہ لا سکی، اور اب گھر میں کچھ بھی
پکانے کو نہیں تھا۔۔
ابھی وہ یہی سوچ رہی تھی کہ آمنہ کی آواز آئی۔۔۔
ماما بھوک لگی ہے۔۔۔!!
آمنہ کی بات سنتے ہی اقصیٰ کی آنکھیں نم ہو گئیں، اور اس نے دل میں اللہ کو آواز
لگائی (یا اللہ مجھے اس آزمائش سے نکال دے) آمین!

سوکھی روٹی

فائزہ سہیل

ماں سے آج بھول ہوگئ تھی یا پھر گھی ختم ہوگیا تھا۔۔۔

سامنے پڑی "سوکھی روٹی" دیکھ کر وہ ناراض ہوکر گھر سے باہر نکل آیا تھا!!

ایک رات کے حادثے نے زندگی کی بازی پلٹ کر رکھ دی تھی۔۔۔

سیلاب یادوں کا ریلا ساتھ سجا لایا تھا۔۔۔!!

اسکی زبان "سوکھی روٹی" کے ذائقے تک کو ترس گئ تھی۔۔۔۔

اسے ماں کا پیار نظر آتا تھا۔۔

۔بڑی تباہی کے بعد ندامت کے آنسو ناشکری کو بہا لے گئے تھے۔۔۔

اب نا ماں رہی تھی اور نا روٹی۔۔

لیکن قدرت بڑا سبق دیے جا رہی تھی۔۔۔۔!!!

"ناشکرا انسان سب گنوا بیٹھا تھا!!!

سو لفظی کہانی

سوچ

منظم حیات

تتلی کیا کر رہی ہو؟

اپنے پر کاٹ رہی ہوں مکھی بی

مگر کیوں؟ دیکھو ان میں کتنے پیارے رنگ ہیں۔ تم اپنے خوبصورت پروں کو کچل رہی ہو، جب کہ ان ہی کی وجہ سے تو تمہیں پسند کیا جاتا ہے۔

ان رنگوں کا کیا فائدہ مکھی بی؟ معلوم ہے یہ انسان رنگین اور روشن چیزوں کی طرف جلد مائل ہوتا ہے۔ انہیں اپنے خوبصورت ہاتھوں میں قید کرتا ہے اور پھر مسل دیتا ہے۔ میں بہت نرم و نازک ہوں۔ اس لیے اپنی حدود، پروں کو کاٹ کر خود بنا رہی ہوں تاکہ میں کچلی نہ جاؤں۔

سو لفظی کہانی

عنوان : بوجھ

از قلم : رِدا آرزو

کار حادثے میں باپ کی موت ہو گئ۔ کفن دفن سے فارغ ہو کر چاروں بیٹے پچاس کروڑ کی جائیداد آپس میں تقسیم کرنے کا منصوبہ لے کر وکیل کے پاس پہنچے۔
وکیل نے بتایا کہ مرحوم مرنے سے پہلے ساری جائیداد اپنی بیوی یعنی اُن کی ماں کے نام کر گیا ہے۔
پھر کیا تھا، بیٹے ہمہ وقت ماں کی خدمت میں مصروف رہنے لگے۔ بہوئیں کسی کام کو ہاتھ نہ لگانے دیتیں۔ ماں نے بچوں کا پیار اور خلوص دیکھ کر ساری جائیداد اُن کے نام کر دی۔ پھر یوں ہوا کہ ماں بچوں کو بوجھ لگنے لگی۔

عنوان : زندگی خاک نہیں

تحریر : سجل راجہ

" آپ کی بیٹی بچ نہیں پائے گی یا کومے میں چلی جائے گی " ایمرجنسی وارڈ میں ڈاکٹر اور بابا کے درمیان یہ آخری بات سنی اور پھر دنیا ومافیہا سے بے خبر تھی ، ہر آدھے گھنٹے بعد انجکشن ، نیا ٹیسٹ ہوتا ، میری آنکھیں میری سوچیں بند تھیں صرف آگ نظر آرہی تھی تب معلوم ہوا زندگی کیا ہے ؟ اگر زندگی جی لی جائے تو گلزار اور گزار لی جائے تو خاک " میں نے زندگی کو اس جان لیوا بیماری میں سمجھا" زندگی ہار کے جیت جانے کی میری کہانی نے مجھے زندگی کا مقصد سمجھا دیا"

غلطی

اسماء اختر انصاری

" نیا مال آیا ہے ؟"

" ہاں نظر رکھنا اس پر " دربار پر بھیک مانگتے فقیروں کے درمیان سرگوشی ہوئی۔

" عاشقی سوار تھی اس پر سورو ند آئی باپ کی عزت جس کے ساتھ بھاگی وہ کچھ دن بعد ڈیرے پر سیٹھ کو بیچ گیا"

" تجھے تو پتہ ہے سیٹھ کس کو چھوڑے ہے ...اسکی تو چمڑی بھی گوری ہے .... عشق , عاشقی کے بھوت اتر گئے سیٹھ کی قید سے چند ہی دنوں میں بھاگنے کی کوشش کی تو سیٹھ نے کیلوں والی لکڑی سے مار مار کے ٹانگیں توڑ دیں اب خود سے بیگانی ہے ساری عاشقی کافور بن کے اڑ گئی۔"

انٹرنیٹ

از قلم : سائرہ مبین

اکرم اور حامد دونوں ہم جماعت ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین دوست ہوا کرتے تھے کبھی ۔ انٹرمیڈیٹ کے بعد دونوں کے راستے جدا ہو گئے اور اکرم آگے پڑھنے لگ گیا جب کہ حامد نے آن لائن بزنس سیکھا اور وہی کرنا شروع کر دیا۔ آج وہ ایک بہت بڑا بزنس مین بن چکا تھا۔ جب وہ ملے تو اس نے اس کے اوپر اپنے بزنس کی دھاک جمائی اور کہا کہ کیا ملا تمہیں پڑھ کر اتنا وقت ضائع کیا اور آج بھی وہیں کھڑے ہو جاہل کے جاہل یہ تک نہیں پتا کہ بات کیسے کرتے ہیں ۔ جن کے پاس کچھ نہ ہو وہی چپ رہتے ہیں تم تو میرے سامنے کھڑے ہونے کے قابل بھی نہیں ہو۔ میں کیوں بات کر رہا ہوں تم سے ۔ کتابوں کی دنیا ختم ہوئی آج کل صرف انٹرنیٹ کا دور ہے لیکن تمہیں کیا پتا وہ ہوتا ہی کیا ہے۔

حامد نے جواب دیا آپ ٹھیک

کہہ رہے ہیں اور مسکراتے ہوئے وہاں سے چل دیا۔

عنوان : ملمع

از قلم : میمونہ وڑائچ

" یعنی تم بدل گئی ہو۔ اس قدر کہ کھل کر جی بھی نہیں رہی۔ "

"چند سال پہلے میں زندگی جیا کرتی تھی۔ پھر مجھے بدلنا پڑا۔ شہر کی فضا میں پروان چڑھنے کے لیے مجھے خود پر ملمع چڑھانا پڑا۔ میں نے اُس ساریہ کو قید کر دیا جو اِس گاؤں کی سڑکوں پر زندگی کے رنگوں سے کھیلا کرتی تھی۔
لیکن میں اس جدت پسند زندگی میں خوش ہوں۔ ہاں! کبھی تنہائی میں خود کو اس دھوکے سے آزاد کروں تو اس زندہ دل لڑکی کی آواز سوچ کی سلاخوں سے چیختی اور سر پٹختی محسوس ہوتی ہے۔

"روایت شکن"

"رمشاء خالد" (گوجرانولہ)

"موت کی سی خاموشی چھائی ہوئی تھی- جرگہ اپنا فیصلہ سنا چکا تھا- بیٹے کی موت یا

پھر؟

گل کی دھڑکنیں بند ہونے کو تھیں-

آج پھر بیٹی سے قربانی چاہیے تھی- وہ سہمی ہوئی ہرنی کی طرح ماں کو تھامے

کھڑی تھی-

علی بخش کیا فیصلہ ہے تیرا؟

اس نے چپ کا قفل توڑا

سانسیں یوں پھولی ہوئی تھیں جیسے صدیوں کی مسافت طے کی ہو-

میں خون بہا میں بیٹی نہیں دوں گا-

اس نے گل کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا !

قتل بیٹے نے کیا ہے سزا بھی وہی بھگتے میں بیٹی سے قربانی نہیں مانگوں گا-

عنوان : حق

از قلم : تہنیت آفرین ملک ، منڈی بہاوالدین

اچانک ہی دوپہر کو اچھے بھلے ابا جی بے ہوش ہو گئے۔

ہسپتال پہنچایا تو ڈاکٹر نے تشخیص کے بعد ابتدائی ٹیومر کی بری خبر سنادی۔

ابا جی کے آپریشن کے لیے ڈاکٹر نے لمبا چوڑا خرچ بتایا تو چاروں بیٹے بغلیں جھانکنے لگے۔

ماں جی نے اپنا زیور بیچ دیا بیٹی نے چوڑیاں لیکن بے سود رہا۔

بروقت علاج نہ ہونے کی وجہ سے ابا جی چل بسے۔

چاروں بیٹوں نے ابا جی کی محبت واحترام میں پیسہ ملا کر اتنی شاندار تدفین کی کہ سارا گاؤں بے اختیار گونج اٹھا،

"بیٹوں نے بیٹا ہونے کا حق ادا کر دیا"۔

سو لفظی کہانی

عنوان : بوجھ

از قلم : رِدا آرزو

کار حادثے میں باپ کی موت ہو گئی۔ کفن دفن سے فارغ ہو کر چاروں بیٹے پچاس کروڑ کی جائیداد آپس میں تقسیم کرنے کا منصوبہ لے کر وکیل کے پاس پہنچے۔ وکیل نے بتایا کہ مرحوم مرنے سے پہلے ساری جائیداد اپنی بیوی یعنی اُن کی ماں کے نام کر گیا ہے۔
پھر کیا تھا، بیٹے ہمہ وقت ماں کی خدمت میں مصروف رہنے لگے۔ بہوئیں کسی کام کو ہاتھ نہ لگانے دیتیں۔ ماں نے بچوں کا پیار اور خلوص دیکھ کر ساری جائیداد اُن کے نام کر دی۔ پھر یوں ہوا کہ ماں بچوں کو بوجھ لگنے لگی۔

سوچ

منظم حیات

تتلی کیا کر رہی ہو؟

اپنے پر کاٹ رہی ہوں مکھی بی

مگر کیوں؟ دیکھو ان میں کتنے پیارے رنگ ہیں۔ تم اپنے خوبصورت پروں کو کچل رہی ہو، جب کہ ان ہی کی وجہ سے تو تمہیں پسند کیا جاتا ہے۔

ان رنگوں کا کیا فائدہ مکھی بی؟ معلوم ہے یہ انسان رنگین اور روشن چیزوں کی طرف جلد مائل ہوتا ہے۔ انہیں اپنے خوبصورت ہاتھوں میں قید کرتا ہے اور پھر مسل دیتا ہے۔ میں بہت نرم و نازک ہوں۔ اس لیے اپنی حدود، پروں کو کاٹ کر خود بنا رہی ہوں تاکہ میں کچلی نہ جاؤں۔

کہانی :- محبت

مصنفہ :- تابندہؒ طارق "عکسؒ"

میں محبت کرتی ہوں آپ سے ، "عکس نے دل کی بات کہی ۔ "

"میں تمہاری محبت کو، نکاح میں بدلنے کی ہمت رکھتا ہوں ، لیکن میری کچھ شرائط ہیں ۔ "

" مجھے تمام شرائط قبول ہیں ، عمر ۔ "

تمہیں یہ فیشن ، جینز پہنا ترک کر کے ، دوپٹہ ، پردہ ، تہجد ، نماز ، کو اپنی زندگی کا حصہ بنانا ہوگا ۔ "کیا تمہیں منظور ہیں میری شرائط ۔

اگلے دن ، ایک باپردہ لڑکی کو اپنے قریب دیکھ کر عمر حیران ہوا ۔

" مجھے آپ کی شرائط منظور ہیں ، اس نے عکس کی آواز پہچان لی ۔ "

"دونوں نکاح کے مقدس رشتے میں منسلک ہو گئے ۔ "

یقین

محمد رمضان شاکر پاکپتن

بڑھتی ہوئی مہنگائی نے اشرف علی کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی ۔ ایک چھوٹی سی پرچون کی دکان ہی تو تھی جس سے وہ اپنا پیٹ پال رہا تھا۔ اب وہ بھی نہ رہی۔ اشرف علی سوچ میں پڑ گیا کہ اب کیا کرے ۔ کئی بار خودکشی کا خیال بھی آیا۔ مگر اسے اپنے رب پر یقین تھا۔ وہ اپنے رب کے حضور سجدے میں گر گیا۔ سلام پھیرا ہی تھا کہ محلے کی معروف سماجی شخصیت نئے نکور رکشے کے ساتھ اس کے گھر میں داخل ہوتے نظر آئی ۔ اشرف علی کا یقین اور پختہ ہوتا چلا گیا۔

مہر علی

" پتر، میرے پاس کرایہ نہیں ہے ۔ تھوڑے پیسے دے دو"

" یہ طریقہ پرانا ہو گیا ہے ، کچھ نیا سوچ کر آؤ، دے دوں گا"

" میں سچ کہہ رہا ہوں"

" معاف کرو بابا"

وہ میری میز سے ہٹ کر ایک دوسری میز پر جا چکا تھا۔ میں نے واپس اپنے ہیڈ فون لگا لیے ۔

دوسری میز سے اس کو پیسے مل گئے تھے ۔ میرے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ آ گئی ۔

" ڈرامے سالے" میں ذرا لب بڑبڑایا

چائے کی آخری چسکی لیتے ہوئے میں نے دیکھا وہ ایک سوزوکی روک کر اس میں بیٹھ رہا تھا۔

میری مسکراہٹ غائب ہو گئی ۔

بیٹی

عائشہ پرویز ملک

کیوں الگ ہوتی ہے! زندگی ہر ایک کے لیے

یہ سوال اس نے اپنی ماں سے روتے ہوئے پوچھا۔

میری خواہشوں کا کیا ہوگا؟

مجھے تو پائلٹ بننا ہے

میں کیسے شادی کر سکی ہوں۔

بیوہ ماں اپنی بچی کے آنسوں پونچھ کے بولی بیٹی پرائی ہوتی ہے اس پے خرچ نہیں کرتے !

لڑکی کے ذہن میں بہت سے سوال تھے

آہ بھر کے بولی !

بھری دنیا میں ہم پرائی ہی ہے!

نا تو ماں باپ کے لیۓ اپنی ہو پائی اور نا پیا گھر کسی نے بھی اپنا جانا۔

تلخ تو ہے پر ہے تو سچ ہی نا؟

سعاد احمد

زندگی ابھی باقی ہے

ایسا کرتے ہیں دوپہر میں کسی ڈھابے چلتے ہیں۔۔۔۔۔

مگر کیوں ؟

موسم کی خنکی اور بارشانہ مزاج چائے کی ڈیمانڈ کر رہا ہے ؟

فقط چائے اور ڈھابے پر۔۔ ؟

ہاں محبوب ساتھ ہو اور اس چائے سے خوبصورت کیا ہو سکتا ہے ؟

اچھا ریستوران ، کونے والی میز ، پر سکون ماحول ، دھیمی رومانوی موسیقی ، آرامدہ کرسی ، سجی ہوئی میز ، کرسیوں پر ہم دو ، چائے سے بھرے دو کپ ، کچھ سنیکس اور ایک والٹ میں بینک کارڈ۔۔۔۔۔

مگر یہ سب تو ممکن نہیں۔۔۔

پھر ڈھابے پر چائے بھی۔۔۔

جاگو۔۔۔۔! خواب سے۔۔۔۔ ؟

خواب۔۔۔۔۔۔ ؟

ہاں۔۔۔۔۔۔۔

وہ تو مر گئے۔۔۔۔

اچھا۔۔۔

چلو اٹھو۔۔۔! زندگی ابھی باقی ہے

عون زادہ

ایک بادشاہ کے سر میں درد ہوا. کسی نے مشورہ دیا کہ بارہ سنگھے کے سینگوں کا سفوف زیتون کے تیل میں ملا کر لگانے سے درد جاتا رہے گا۔

سپاہیوں نے ایک بارہ سنگھا پکڑا اور اس کے سینگوں کا سفوف زیتون کے تیل میں بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔

اب مشکل یہ تھی کہ تیل بادشاہ کے سر پر لگائے کون.

اس کے لئے ملکہ کی خدمات لی گئیں.

ملکہ نے تیل لگاتے ہوئے بادشاہ کا کرتا خراب کر دیا. جس پر بادشاہ آگ بگولہ ہو گیا.

ملکہ جھٹ سے بولی. داغ تو اچھے ہوتے ہیں، سرف ایکسل ہے نا!

ارسلان جٹ

صبح سے دل بوجھل سا ہے کیا یہ ملک رہنے کے قابل ہے
ایک بچہ باپ کی شکل دیکھنے کو ترس ترس کر مر گیا کیا قصور تھا اس
خاندان کا کے وہ ایک آزاد نظریہ رکھتے تھے بوسیدہ نظام کرپٹ
سسٹم سے نجات کے حامل تھے اپنے بچوں کا بہتر کل دیکھنا چاہتے
تھے اور ان وقت کے فرعونوں کے آگے جھکنے کو تیار نہیں تھے،
طاقت کے نشے میں دھت لوگوں کو کیسے گوارہ تھا یہ سب
اور نظام انصاف کیا ہے ہمارا ایک پریس کانفرنس آپ کا فیصلہ کرتی
ہے آپ محب وطن ہیں یا غدار ہیں،

مریم عبدالخالق

بھائی تین کلو دودھ تو دینا زرا، گاہک نے کہا. میں نے اڑھائی کلو دودھ شاپر میں ڈال کر چپکے سے آدھا کلو پانی ملا کر اسے پکڑا دیا. جواباً اس نے جیب سے تین سو کے نوٹ نکال کر مجھے پکڑائے. سارے دکاندار ایسے ہی کرتے ہیں، میں بھلا کیوں خالص دودھ دے کر گھاٹے کا سودا کروں، میں نے سوچا.

گھر واپسی پر میری نظر ایک آموں کی ریڑھی پر پڑی، آم تین سو روپے کلو، ہونہہ، فراڈیا، دھوکے باز، ساری مارکیٹ سے مہنگے بیچ رہا ہے. اپنے اندر کے زمینی خدا کو تھپکی دیتے ہوئے میں سوچنے لگا.

~

عنوان : "حقوق نسواں"

عینی گل

ملازمہ کے قیمتی گلاس توڑنے پر غصے سے چلاتے ہوئے مالکن نے کہا۔ جاؤ دفع ہو جاؤ کل سے کام پر آنے کی ضرورت نہیں اپنی منحوس شکل دوبارہ مت دکھانا۔ غریب ملازمہ نم آنکھوں کے ساتھ گھر کی جانب چل پڑی۔ کچھ دن بعد اخبار میں خبر شائع ہوئی۔ " ایک بیوہ نے بھوک کی وجہ سے یتیم بچوں سمیت چوہے مار دوائی کھالی۔" اسی دن وہ مالکن بیوہ عورتوں کے لیے این جی او کا افتتاح کرتے ہوئے پرجوش لہجے میں کہنے لگی، "حقوق نسواں کے لیے میری زندگی ہی وقف ہے" اور ہال تالیوں سے گونجنے لگا۔

تنخواہ

نزہت ریاض

اب نہیں کروں گی باجی معاف کردو نہیں مارو باجی ہائے نہیں مارو باجی؛
دس سال کی معصوم بچی سوکھی زبان سے منتیں کررہی تھی مگراس کی مالکن اسے بری طرح ماررہی تھی۔
اس کا باپ گاؤں سے شہر لاکران بنگلے والے امیر لوگوں کے ہاں اسے دس ہزار کے عوض چھوڑ گیا تھا مہینے میں ایک بار ملنے آتا ملنے بھی کیا اس کی تنخواہ وصول کرتا اور یہ جا وہ جا کبھی اپنی بچی کی آنکھوں سے برستی وحشت اسے نظر نہ آئی۔
اوراس مہینے کی تنخواہ کے ساتھ اس کی بچی کا بے جان لاشہ اس کے سامنے پڑا تھا تشدد زدہ جسم اور دہشت بھری آنکھیں کھلی رہ گئیں تھیں۔

لال فراک

ام یحیی

سیٹھ صاحب کی چمچماتی گاڑی کو دیکھ کر مزدوروں کی آنکھیں بھی چمچما اُٹھیں اکبر کے کان میں گڑیا کی آواز بار بار گونج رہی تھی ابا اس بار عید پر لال فراک لاؤ گے نا۔ کل عید ہے اُسے جلد از جلد اپنی تنخواہ لے کر بازار جانا تھا۔ تنخواہ ہاتھ میں آتے ہی اکبر کے پاؤں گویا سیٹھ کی گاڑی کے پہیے بن گئے۔ بھیڑ میں پھنستا پھنستا دکان پہنچ کر گڑیا کی فراک نکلوائی جیب سے پیسے نکالنے کیلئے جیسے ہی ہاتھ ڈالا تو ہاتھ سوراخ سے باہر نکل آیا۔ اکبر کے کانوں میں گڑیا کی آواز گونجی۔ ابا میری لال فراک۔

زندگی ابھی باقی ہے

ایسا کرتے ہیں دوپہر میں کسی ڈھابے چلتے ہیں۔۔۔۔۔

مگر کیوں ؟

موسم کی خنکی اور رباشانہ مزاج چائے کی ڈیمانڈ کر رہا ہے ؟

فقط چائے اور ڈھابے پر۔۔ ؟

ہاں محبوب ساتھ ہو اور اس چائے سے خوبصورت کیا ہو سکتا ہے ؟

اچھا ریستوران، کونے والی میز، پر سکون ماحول، دھیمی رومانوی موسیقی، آرامدہ کرسی، سجی ہوئی میز، کرسیوں پر ہم دو، چائے سے بھرے دو کپ، کچھ سنیکس اور ایک والٹ میں بینک کارڈ۔۔۔۔۔

مگر یہ سب تو ممکن نہیں۔۔۔

پھر ڈھابے پر چائے بھی۔۔۔

جاگو۔۔۔۔! خواب سے۔۔۔۔ ؟

خواب۔۔۔۔۔۔ ؟

ہاں۔۔۔۔۔۔

وہ تو مر گئے۔۔۔۔

اچھا۔۔۔

چلو اٹھو۔۔۔! زندگی ابھی باقی ہے

ڈاکٹر اور رائٹر

مہوش اسد

کیا.... ؟ کیا کہا تم نے ؟

تم برتر اور میں کم تر ہوں.

تم اونچے عہدے پہ فائز ڈاکٹر اور میں اک ادنٰی سی لکھاری.

کیا تم دلائل سے اپنی برتری ثابت کر سکتے ہو؟

ٹھہرو میں خود کو تمہارے مساوی ثابت کرنے کو تیار ہوں.

لو سنو پھر...

تم ڈاک ٹر، میں رائی ٹر...

ہم دونوں ہی ٹر... ٹر... کرتے ہیں.

تم اپنی زبان سے اور میں قلم کی زبان سے.

تم دوا سے علاج کرتے ہو اور میں لفظوں سے.

تم لوگوں کی جسمانی تکلیف رفع کرتے ہو اور میں انہیں دماغی سکون بخشتی ہوں، روح کو سرشار کرتی ہوں

بلال حسن

جھلسا دینے والی گرمی میں ایک مصروف سڑک کے ساتھ مٹی پر وہ پریشان نگاہوں سے زمین پر بیٹھی کچھ ڈھونڈ رہی تھی۔ اس کے چہرے کی زردی، رکتی سانس اور ہاتھوں کا بے جان ہونا واضح تھا۔ آنکھوں میں آنسو لیے مسلسل کچھ ڈھونڈنے کی کوشش میں تھی۔

" کیا ہوا، کیوں ہاتھ گندے کر رہی ہو"

" میموری کارڈ گم ہو گیا ہے"

"اس میں پریشان ہونے والی کیا بات ہے، نیا خرید لینا"

" اس میں میرے دونوں بچوں کی تصویریں تھیں"

"تصویریں بھی نئی بنا لینا"

" وہ دونوں مر چکے ہیں" زمیں پر بکھری راکھ کریدتے ہوئے جواب دیا۔

معافی

ریحانہ چشتی

ارحم کی منگنی بچپن میں پھپھو کی بیٹی سے طے پائی ۔ ارحم کی ایف ایس سی کے دوران والد کا انتقال ہو گیا۔ وفات کے تیسرے روز پھپھو نے انگوٹھی یہ کہتے ہوئے واپس کر دی کہ گھر میں غربت ہے اور لڑکے کا مستقبل روشن نہیں ۔ اس لیے رشتہ اور رشتہ داری دونوں ختم ۔ چار سالہ انجینئرنگ کے بعد ارحم کی ڈائریکٹ غیر ملکی کمپنی میں جاب ہوئی تو پھپھو روتے ہوئے قرآن پاک لے کر آ گئیں اور معافی کے ساتھ رشتہ واپس جوڑنے کا اعلان کیا۔ ارحم نے قرآن پاک رکھ لیا، معاف کر دیا، رشتہ داری تو جوڑ لی لیکن رشتہ نہیں۔ کیونکہ وہ انسان تھا فرشتہ نہیں۔

متقی اللہ خان

جونہی اس نے پردہ اٹھایا تو میرے سامنے چالیس پینتالس سال عمر کی عورت کھڑی تھی۔
اسکے بالوں میں چاندی اور چار بچے پہلو میں کھڑے تھے۔
میں اس دن پر افسوس کرنے لگا کہ کاش میں غصے میں نہ آتا۔ ایک بے گناہ بندے کو قتل نہ کرتا۔ سزائے موت کا قیدی نہ ہوتا۔ پورے بیس سال جیل نہ گزارتا۔
ہماری بچپن کی منگنی تھی۔ پیار تھا لیکن ایک غلط فہمی سے بڑا قدم اٹھایا اور پھر سب کچھ بھسم ہوگیا۔
میں آج پھر واپسی پر اپنی کوٹھڑی میں خوب رویا۔ بھابھی نے مجھے روٹی دی تو ہوش آیا۔
اب شہر کی گلیاں ہیں اور میں آوارہ ہوں۔ جونہی اس نے پردہ اٹھایا تو میرے سامنے چالیس پینتالس سال عمر کی عورت کھڑی تھی۔
اسکے بالوں میں چاندی اور چار بچے پہلو میں کھڑے تھے۔
میں اس دن پر افسوس کرنے لگا کہ کاش میں غصے میں نہ آتا۔ ایک بے گناہ بندے کو قتل نہ کرتا۔ سزائے موت کا قیدی نہ ہوتا۔ پورے بیس سال جیل نہ گزارتا۔
ہماری بچپن کی منگنی تھی۔ پیار تھا لیکن ایک غلط فہمی سے بڑا قدم اٹھایا اور پھر سب کچھ بھسم ہوگیا۔ میں آج پھر واپسی پر اپنی کوٹھڑی میں خوب رویا۔ بھابھی نے مجھے روٹی دی تو ہوش آیا۔ اب شہر کی گلیاں ہیں اور میں آوارہ ہوں۔

دعا

ام ابراہیم

طاق رات تھی

وہ خدا کے روبرو تھی

ایک سال کا بچہ سامنے بیڈ پر سو رہا تھا

دعا کے لیے ہاتھ اٹھے

الفاظ تھے کہ زبان پر آ کے نہیں دے رہے تھے

بچے کے رونے کی آواز پر فوراً سے جائے نماز سے اٹھی

دعا بھول گئ

طلب بھول گئ

بھول گئ کہ کیا مانگنے آئ تھی

بچے کے پاس پہنچی

فیڈر بچے کے منہ سے لگایا۔۔۔بچہ سو گیا

جائے نماز پر آ بیٹھی

آنسو تھے کہ رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے

الفاظ زبان پر جاری ہو چکے تھے

یااللہ۔۔۔۔

بچے کے رونے نے دعا مانگنا سکھا دیا تھا۔